میمونہ صدف

لیکچرار اردو

گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج، کھپرو، ضلع سانگھڑ

اردو افسانہ اسالیب کے تناظر میں

Abstracts

Urdu short stories in the context of style of narration

By Memuna Sadaf, PhD Scholar, Govt. Girls Degree College, Khipro, Dist. Sanghar

This research article present brief and abridgedanalysis of short stories in Urduliterature Commencingwith indepth introduction of short stories in the light of various critic analyzerandprosewriter of Urdu language and literature and also with the collaboration of styles of narration.Authors use a variety of writing techniques to create the most captivating story for their audience. Narrative styles provide authors with different ways to provide the audience with background information about characters and the setting and offer different channels to best tell the narrator's story.A Short storyis a givers of proseLiterature that briefly describes a Single event. There are two mains important aspect of short stories: (1) Short Stories (2) Fables. The literal meaning of fable is a “false story” but in a literary term the short stories are composed with Specific structure.This is a type of prose story that is based on a particular unity of thoughtsand present a single event of aspect in a brief and interesting way. It is a farm of fiction which is longer than flash fictional and shorter than novels and novellas. If has some compositional element (Such as characters, Plot and unity of purpose. This article shows abridged and detailed

review of the different techniques which are commonly used by the writer is their prose with references and examples from Urdu language and literature. This research article compiled to make authenticand comprehensivematerial fully available for the students, readers and scholars of Urdu literature.

Keywords: short story, style of narration, Urdu language, Literarture, febals.

اردو ادب اور زبان میں افسانہ بے شک ایک مستند صنف میں شمار کیا جاتا ہے. یہ حقیقت ہے کہ ابتدائی مراحل ہی سے افسانے میں، مواد، موضوع اور اسلوبیاتی تناظر سے نت نئے ردوبدل جاری رہے ہیں اور اسی طرح نئی تکنیکیں بھی ابھرتی رہی ہیں۔

”زبانِ انگریزی میں ”فکشن“ ایک مربوط مفہوم رکھتا ہے۔ اسی طرح اردو میں افسانے نے بھی اپنی جگہ اسی مقام پر بنا رکھی ہے۔“(۱)

”کسی اور کے جذبات کا اثر اپنے اوپر طاری کرنا اور قاری کو بھی اس اثر میں جکڑ لینا ہی تو کہانی کا خاصہ ہے۔“(۲)

انتظار حسین کہتے ہیں:

”افسانے کی روایت داستان اور قصہ کہانیوں سے جڑی ہوئی ہے۔“(۳)

افسانہ نثری ادب کی وہ جہت ہے جو کسی ایک قصے، یا زندگی کے اہم نظریے کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ فرضی کہانی جس میں روز مرہ یا حیاتِ رواں کا کوئی ایک جلوہ، زندگی کا کوئی ایک پہلو، معاملات یا کسی خاص شخصیت کی مخصوص ادا کو کچھ یوں قلم بند کیا جائے کہ وحدت تاثر اس کا خاصہ ہو اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے زماں و مکاں کا خیال بھی مرکوز ہو اور اہم پہلو یہ ہے کہ ایک ہی نشست میں پڑھا جا سکے۔ کہانی بلاشبہ سماج کی پیداوار ہوتی ہے اور کہیں نہ کہیں سماجی اقدار کو بھی پیدا کر دیتی ہے۔

پروفیسر احتشام حسین کی نظر میں:

”تقابلی طور پر دو افسانوں میں جو چیز مابہ الامتیاز مانی جاتی ہے، یا جو تفریق پیدا کر رہی ہو وہ محض اس ہی لمحے کی تاثیر ہو گی جب کسی نے وہ افسانہ پڑھا ہو گا۔“(۴)

سعادت حسن منٹو کہتے ہیں:

”کسی اور کا تاثر اپنی ذات پر محسوس کرنا ہی افسانہ ہے۔“(۵)

لطف احمد افسانے کے مطابق:

”کسی ایک کہانی یا جذبے کی تعریف اور تاریخ لکھنا ہی مختصر افسانہ کہلاتا ہے۔“(۶)

سیّد وقار عظیم یوں رقم طراز ہیں:

”کسی کہانی میں اولین وحدت کا مرتکب افسانہ بنا۔“(۷)

”کسی ایک واقعہ، ایک احساس، ایک جذبہ، ایک تاثر، ایک اصلاحی مقصد یا کسی خاص روحانی کیفیت کو اس طرح کہانی میں بیان کرنا کہ وہ دوسری چیزوں سے الگ نمایاں ہو کر پڑھنے والے کے جذبات و احساسات پر اثر انداز ہو، یہ ہے مختصر افسانہ۔“(۸)

مختصر افسانہ کوئی انوکھی وضع نہیں ہے وہ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ وہ قسم فکشن کی جسے ہم ناول کا نام دیتے ہیں۔ بلکہ ناول کے ورود سے قبل کچھ بہترین کہانیاں بھی لکھی گئی ہیں۔ مگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو ناول کی نسبت ادبی لحاظ سے اردو افسانے کو ایک مستند ساخت میں آنے کے لیے لگ بھگ ایک صدی جستجو کرنا پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے انیسویں صدی کی پیداوار تسلیم کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر انوار کے مطابق:

” افسانے کی تعریفوں کے انبار تلے سے مختصر افسانے کو نکال کر اس کا جائزہ لیا جائے تو اس کی فن کی حقیقت کے بارے میں چار بنیادی ضابطے بہ ظاہر طے ہوتے ہیں:

۱۔ کہانی کو ہمیشہ نثر میں بیان کرنا ہے۔

۲۔ یہ قصے ہی کی اصل ایک شکل ہے جو جدید دور نے منعکس کی۔

۳۔ بہ مقابلہ ناول کے اس کے کینوس میں حد بندی ہی نہیں بلکہ یہ مختصر بھی ہے۔

۴۔ ناول سے ہٹ کر اس میں تاثر کی انفرادیت اور جذبات کی شدت بے حد ہے۔“(۹)

ادب کی ایسی صنف جو کہ نام ہی سے کیفیت ظاہر کرتی ہے۔ بہ حیثیت کہانی یہ افراد کی جسمانی یا ذہنی سرگرمی سے متعلق حالات و واقعات کے تسلسل میں ایک ہی واقعے یا قصّے کو بیان کرتی ہے۔ چناں چہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ بقیہ ماندہ تمام نثری ادب کی طرح یہ صنف بھی نقش و نگاری میں ماہر دکھائی دیتی ہے۔ اور اس کی جیت کا دارومدار

صرف اور صرف قاری اور مرکزی جذبے اور عنوان کے درمیان برمحل رابطے پر ہے اور ناول کے مقابلے میں افسانے کو یہ رابطہ برق رفتاری سے استوار کرنا پڑتا ہے اور اسے اس عمل کے لیے ناول کی طرح متعدد چیزوں جیسے کہ کردار نگاری اور تفصیلی بیانات کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اب اگر ہم افسانے کے اختصار پر بات کریں تو یہ مسئلہ از خود دہرے مغالطے کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ اوّل تو یہ کہ صنعتی انقلابی معاشرے کے عدیم الفرصت انسان کے لیے کہانی مختصر ترین ہوتی جارہی ہے اور دوم یہ کہ زندگی کی پیچیدگیوں، تنوع اور مسائل کو بیان کرنے کے لیے طویل بیانیے کی ضرورت ہوتی ہے اورافسانہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔

"افسانے میں کردار کا ارتقا بھی نہیں دکھایا جاسکتا۔"(۱۰)

جہاں تک وحدت تاثر کی بات ہے اسے بلاشبہ افسانے کا اہم جزو مانا جاتا ہے۔ فن کار جب کسی واقعہ کو قصے یا کہانی میں ڈھالتا ہے تو قاری کو تادیر اپنی گرفت میں جکڑے رہتا ہے اور یہی تاثر فن پارے کو شاہ کار بنا دیتا ہے۔ پلاٹ، کردار اور فضا یہی عناصر افسانے کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اسی سے افسانے کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے کہانی نگار انھی میں کسی بھی یک عنصر کو اصل جان کر تخلیقی سفر شروع کر دیتا ہے۔

ادب کی زمیں زرخیز تھی لہذا افسنے کو پنپنے اور بارآور ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ افسانہ، قاری اور ادیب دونوں کی نگاہ کا مرکز بنا اور فکر و شعور کے دھارے پر بہتے ہوئے چند برسوں ہی میں اردو کی مقبول ترین صنفِ ادب بن گیا۔

اسلوبِ بیاں:

کہانی کے اجزائے ترکیبی میں اسلوب ایک اہم جزو ہے۔ ہر فن کار اپنا ایک مخصوص اسلوب (style) رکھتا ہے۔ جو اسے دیگر ہم عصروں سے منفرد بناتا ہے۔ اگر کسی فن کار کی انفرادیت پہنچاننا یا پرکھنا درکار ہو تو اس کے کام کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے اور کسی فن پارے کی قدر و قیمت اور ادبی مقام و مرتبے کا تعین کرنے کے لیے اس کے افکار کے ساتھ ساتھ استعمال کی گئی دیگر تکنیکوں کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے۔ تکنیکیں صرف فن یا زیبائش نہیں ہوتیں بلکہ ایک رابطہ ہے جو کسی عنوان کو فن میں بدل دیتا ہے۔ یہ فنی صلاحیت ہوتی ہے جو کہیں تو بہ فضل ربی خداداد ہوتی ہے اور کہیں اکتساب کے ذریعے پیدا کی جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں افسانہ نگار کے لیے مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ تینوں بہت ضروری ہیں۔

"اچھا اسلوب از خود سحر سی تاثیر اور مقناطیسی کشش کا حامل ہوتا ہے اور یہی ہنر ایک فن کار کو حیات جاوداں عطا کرتا ہے۔"(۱۱)

افسانے کی تعمیر و تشکیل میں تکنیک اور اسالیب بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں ایک فن کار کو ہر موضوع کے لیے منفرد تکنیک کی ضرورت درپیش ہوتی ہے مخصوص اسالیب کا استعمال کہانی کو بہت دیر تک اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔

بیسویں صدی کا سورج چمکا اور فکر انسانی اور انقلابی سوچ کا اہم موڑ ثابت ہوا۔ جو انقلاب ذہنوں میں برپا ہوئے اس نے انسانی سوچ کے نئے دور کا آغاز کیا۔ یہاں تک کہ انھیں بیان کرنے کے لیے نئے اسالیب بھی وضع کیے گئے۔ ایک معمولی سا واقعہ بھی اتنا دقیق ہو گیا کہ انسان کے قلم نے اسے مکمل افسانہ ہی بنا دیا۔

> ''تکنیک کا بنیادی وصف ایک قرینے سے قصے کو بیان کرنا ہے۔''(۱۲)

> ''بیسویں صدی کی ابتدا میں جہاں موضوعات میں رنگا رنگی اور تنوع پیدا ہوا تو ساتھ ہی فن کار کے لیے اسالیب کی نت نئی جہات بھی سامنے آئیں۔''(۱۳)

افسانہ کوئی متعین اور لازم و ملزوم تکنیک ہے ہی نہیں ہ اور نہ ہی کوئی خاص مدارج نافذ کر سکتا ہے کہ آیا کون سے تکنیکیں بہتر ہیں اور کون سی کم تر۔ اسلوبی معیار جانچا نہیں جا سکتا کیونکہ ہر موضوع کا دائرۂ تکنیک منفرد ہوتا ہے اور کسی بھی تکنیک کے ضمن میں فا ایک قلم کار کا زاویہ بہت اہمیت رکھتا ہے اور وہی کہانی کو وحدت سے نوازتا ہے اور اس کی توضیح وہ دیگر طریقوں سے کرنے کا اختیار رکھتا ہے ممتاز شیریں لکھتی ہیں:

> ''تکنیک کی صحیح تعریف ذرا مشکل ہے۔ تکنیک مواد، اسلوب، اور ہئیت سے ایک علیحدہ صنف ہے۔ فن کار مواد کو اسلوب سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک مخصوص طریقے سے متشکل کرتا ہے۔ افسانے کی تعمیر میں جس طریقے سے مواد ڈھلتا ہے وہی تکنیک ہے اور آخر میں جو شکل پیدا ہوتی ہے اسے ہئیت کہتے ہیں اور جو چیز بنتی ہے وہ افسانہ۔''(۱۴)

> ''ہئیت اور افسانے میں یہ فرق ہے کہ ہئیت مکمل شکل ہے اور افسانہ مکمل چیز۔''(۱۵)

> ''صرف اچھا مواد یا اچھی تکنیک کسی افسانے کو اچھا نہیں بنا سکتی منجھا ہوا فن کار کسی بھی تخیل کے زریعے ایک اچھے افسانے کا خالق بن سکتا ہے۔''(۱۶)

ایک قلم کار کو زندگی کی نہ ختم ہونے والی الجھنوں سے نپٹنے کے لیے بے شمار خیالات پر مبحث ہونا پڑا اور ان

افکار سے منصف ہونا بلاشبہ آسان نہ تھا اسی لیے اسے دیگر ف پیمانے بھی استعمال کرنا پڑے۔ یہی پیمانے نت نئے اسالیب میں متشکل ہوئے۔ اردو افسانوں میں بروئے کار لائے گئے چند اسالیب مذکور ہیں۔

واقعات کے بیان کا ایک اسلوب تمثیلی یا بالواسطہ (Indirect) بیان کا ہے جس میں تخلیق کار واقعات کا اظہار اپنے بیانیہ میں تحریر نہیں کرتا اور نہ ہی خود کسی کردار کا تعارف کرواتا ہے۔ بلکہ وہ قصے کا اظہار خود کرداروں کے افعال و اقوال، ان کی حرکات و سکنات سے کرتا ہے۔ اس طرح کہانی میں ڈرامے کی سی انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صیغہ واحد غائب (indirect Narration) اس طرح کی تکنیک کے لیے زیادہ بہتر ہے اس کی بہترین مثالیں غلام عباس (۱۹۰۹ء تا ۱۹۸۲ء) کا "اوور کوٹ" اور یلدرم (۱۸۸۰ء تا ۱۸۴۳ء) کا "نکاح ثانی" قابل ذکر ہیں۔

> "ایک اسلوب بیاں تعریفی یا توصیفی بھی ہے جس میں لکھاری قصہ خود سناتا ہے یہاں تک کہ کرداروں کی عملی حرکات بھی۔"(۱۷)

یہاں تک ممکن ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات قلم کار خود بھی ایک کردار بن جاتا ہے اور یک زبانی میں کہانی لکھتا رہتا ہے گویا ان حالات سے خود گزر چکا ہو اسے 'آپ بیتی' کا اسلوب بھی کہا جاتا ہے۔

ایک تکنیک واحد متکلم کا خود کلامی کا اسلوب بھی ہے۔ واحد متکلم اپنے آپ ہی سے محوِ گفتگو رہتا ہے اور اسی طریقے سے خیالات و احساسات بھی قلم بند کرتا ہے۔ یہ خود کلامی کی ایک تکنیک کہلاتی ہے جس میں ایک ہی شخص صیغہ متکلم میں بولتا رہتا ہے لیکن مخاطب کا علم نہیں ہو پاتا۔ رشید امجد (۵ مارچ ۱۹۴۰ء) کے افسانے "جنگل شیر ہوئے" اور "سمندر مجھے بلاتا ہے" اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ اس اسلوب میں ایک مجموعی احساس ہوتا ہے۔ پریم چند (۱۸۸۰ء تا ۱۹۳۲ء) کے افسانے "دودھ کی قیمت" اور "بیدی" (۱۹۱۵ء تا ۱۹۸۴ء) کا "گرم کوٹ" بیانیہ اسلوب کی بہترین مثالیں ہیں:

> "عموماً تکنیکی اسالیب بیانیہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس اسلوب میں لمحے کی بندش نہیں ہوتی یہ گنے چنے منٹوں کا بھی ہو سکتا ہے اور سالوں کا بھی۔"(۱۸)

ایک اسلوب منظر نگاری کا دکھائی دیتا ہے ایسے منظریہ (Descriptive) افسانوں میں کہانی یا تو ہوتی ہی نہیں ہے یا نام ہی کی ہوتی ہے۔ یہاں مناظر کو فوقیت ہے۔ کرشن چندر (۱۹۱۳ء تا ۱۹۷۷ء) کے افسانے "گرجن کی ہوئی ایک شام" اس اسلوب کا عکاس ہے:

> "اکثر افسانوں میں منظریہ اسلوب ایک سماں باندھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔"(۱۹)

ایک اسلوب ہجوم کی گفتگو کا ہے اس میں ایک ہی واقعہ، شخص یا چیز کے متعلق مختلف قسم کے لوگ خیال

آرائیاں کرتے ہیں۔ اور مختلف خیالات کو واقعات کے ضمن میں اکٹھا کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بے ربط گفتگو ہوتی ہے ایسے افسانوں میں ہجوم کو بہ طور کردار پیش کیا جاتا ہے۔

ایک اسلوب مکتوب نگاری سے متاثر ہو کر سامنے آتا ہے۔ اکثر واقعات کو ڈائری، روزناچوں اور مکتوب کے انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی (۱۹۱۶ء تا ۲۰۰۶ء) کا "جوانی کی سڑاند" بیان کے قابل ہے۔

> "ایک نئی تکنیک جو خطوط کے زریعے افسانے میں شامل ہوئی تو خط۔ مونولاگ میں بیان کرنا یا خط کی صورت میں لکھنا نہایت سہل تکنیک ہے۔"[۲۰]

ایک اسلوب "شعور کی رو" ہے جس میں خیالات جوں ہی ذہن میں وارد ہوئے جوں کے توں قلم بند کر دیے جاتے ہیں۔ انسانی ذہن میں خیالات کے ہجوم میں ربط و تسلسل نہیں ہوتا۔ داخلی کشمکش کو افسانہ نگار "شعور کی رو" کے اسلوب کے تحت سامنے لاتا ہے اس میں ماضی اور حال دونوں زمانوں کو بہ یک وقت پیش کیا جاتا ہے۔ اس اسلوب کے نمائندہ افسانوں میں سجاد ظہیر (۱۹۰۷ء تا ۱۹۷۳ء) کا "نیند نہیں آتی" اور احمد علی (۱۹۱۰ء تا ۱۹۹۴ء) "مہاوٹوں کی ایک رات" شامل ہیں۔

اظہاریت (Expressionism) کا اسلوب حقیقت سے برعکس ہوتا ہے۔ جدید اردو کے حاضر افسانے میں علامت ایک منفرد اظہار کی حامل ہے۔ یوں تو یہ ایک قدیم ترین ذریعہ ہے لیکن جب ساٹھ کی دہائی میں جدیدیت نے سر اٹھایا اور معاشرتی انقلاب انسان کے ذہن پر حاوی ہوا تو اس کا ظہور بلاشبہ حقیقت نویسی سے نہ ہو سکتا تھا۔ اسی لیے علامت کو مکمل طور پر در آنے کا بھرپور موقع ملا اور یوں اس پیرائے نے اپنی جڑیں مضبوط کر لیں۔ جدید افسانوں میں تحریر، تمثیل، استعارے کی تکنیک، تہذیبی اور اساطیری تخیلات کا استعمال کیا گیا۔ علامتی افسانوں میں منٹو کا افسانہ "پھندنے" اور کرشن چندر کا افسانہ "پانی کا درخت" قابل ذکر ہیں:

> "اظہاریت یکثر مختلف ذہنی کیفیت و تصورات کے اظہار کو کہا جاتا ہے۔ یہ شعور کی رو سے مختلف ہوتا ہے۔ اس اسلوب میں ذہنی کینوس پر ایسی غیر معمولی و اچھوتی وان دیکھی تصاویر اُبھرتی ہیں جو حقیقی دنیا میں دکھائی نہیں دیتی اسی لیے اسے بیداری کا خواب (Day Dream) بھی کہا گیا ہے۔"[۲۱]

تجریدیت بنیادی طور پر مصوری کی اصطلاح ہے۔ جس میں فن کار اپنے خیالات کا اظہار مجسم یا اشکال کی صورت دیگر رنگوں کے ذریعے کرتا ہے۔ تجریدی افسانے نے فرد کی ذہنی و فکری تشنگی کو ختم کیا اور فن افسانہ نگاری کو اسلوبی اعتبار سے آگے بڑھایا۔ تجریدی افسانوں میں احمد جاوید کا افسانہ "اندر والی آنکھ" اور انور سجاد کا افسانہ "سونے کی تلاش" قابلِ ذکر ہیں:

"اس اسلوب میں افسانہ نگار کو کرداروں کے ارتقا و عروج سے دل چسپی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کوئی مخصوص پلاٹ تیار کرتا ہے بلکہ وہ زندگی کو بے ہنگم اور بے ربط جس طرح دیکھتا ہے، قلم بند کر دیتا ہے۔ یوں کہنا بے جانہ ہو گا کہ "تجرید" ذریعہ اظہار ہے، مقصد نہیں۔"(۲۲)

اردو افسانہ جو انتشار کے عالم میں پروان چڑھا اور جس نے کلی / مجموعی طور پر زمانے کے نشیب و فراز دیکھے اور ہر رنگ کو اپنے اندر جذب کیا۔ معاشرہ جن حالات سے دوچار ہوتا اردو افسانہ اس ماحول کے تمام خدوخال پوری طرح بے نقاب کر دیتا۔ اردو افسانہ اپنے ہر ایک انداز میں جلوہ صد رنگ رہا ہے۔ افسانے کی یہ محفل جو آج پوری طرح پُررونق ہے یہ محفل قریباً ایک صدی پہلے جمائی گئی تھی اور زندگی کی فن کارانہ عکاسی آج بھی اسی چابکدستی سے ہو رہی ہے جتنی پہلے تھی۔

دور ۱۹۳۲ء کا ہو یا ۱۹۴۷ء کا یا وہ ساٹھ کی دہائی ہو یا ۸۰ء کی ہو اردو افسانے کی محفل کا تاروپود اب بھی سلامت ہے۔ اس میں اب بھی زندگی کی جولانی اور توانائی باقی ہے۔ ضرورت صرف اور صرف اس امر کی ہے کہ اگر اردو ادب سے وابسطہ ناقدین افسانے کو محض عمومی واقعات اور سطحی مسائل کا زائیدہ قرار نہ دے بلکہ اس میں چھپے خدشات کو از سرِ نو سمجھے اور اس میں چھپی فنی و فکری امکانات کو کھوجے تو اردو افسانہ آفاقِ ادب پر ماہِ تاباں بن کے ادب کو منور کر دے گا۔

حواشی

۱۔ نکہت ریحانہ، اردو مختصر افسانہ : فنی و تکنیکی مطالعہ (۱۹۴۷ء کے بعد)، (دہلی: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۷

۲۔ اردو افسانے میں روایت اور تجربہ (مذاکرہ)، نقوش، افسانہ نمبر، ۵۳، ۱۹۵۵ء، ص ۱۰۲

۳۔ رخسانہ پروین، آصف فرخی کی کہانی جہان معنی، (لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۹ء)، ص ۴۳

۴۔ پروفیسر احتشام حسین، اعتبارِ نظر، (لکھنؤ: کتاب پبلشرز، ۱۹۶۵ء)، ص ۱۳۴

۵۔ محمد طفیل، نقوش، (سمپوزیم)، افسانہ نمبر، ۱۹۵۶ء، ص ۴۶۸

۶۔ لطیف الدین احمد، فن مختصر افسانہ، مشمولہ ساقی، دہلی، سالنامہ، ۱۹۳۸ء، ص ۲۸

۷۔ پروفیسر وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۲۲

۸۔ ایضاً، ص ۲۵

۹۔ انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، (ملتان: کتاب نگر، ۲۰۰۷ء)، ص ۱۸

۱۰۔ رضا مسعود، اردو افسانے کا ارتقا، (فیصل آباد: مثال پبلشر، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۱
۱۱۔ نگہت ریحانہ، اردو مختصر افسانہ: فنی و تکنیکی مطالعہ (۱۹۴۷ء کے بعد)، ص ۶۵
۱۲۔ فوزیہ اسلم، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، (اسلام آباد: یورپا کادمی، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۰
۱۳۔ رخسانہ پروین، آصف فرخی کی کہانی جہانِ معنی، ص ۴۲
۱۴۔ ممتاز شیریں، معیار: تکنیک کا تنوع (ناول اور افسانہ میں)، (لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۷
۱۵۔ ایضاً، ص ۲۰
۱۶۔ ایضاً، ص ۵۲
۱۷۔ نگہت ریحانہ، اردو مختصر افسانہ: فنی و تکنیکی مطالعہ (۱۹۴۷ء کے بعد)، ص ۳۴
۱۸۔ ایضاً، ص ۴۸
۱۹۔ ایضاً، ص ۵۹
۲۰۔ ممتاز شیریں، تکنیک کا تنوع (ناول اور افسانہ میں)، ص ۵۰
۲۱۔ رخسان پروین، آصف فرخی کی کہانی جہان معنی، ص ۴۶
۲۲۔ ایضاً، ص ۴۸

مآخذ

۱۔ احمد، انوار، اردو افسانہ ایک صدی کا قصد، ملتان: کتاب نگر، ۲۰۰۷ء
۲۔ اسلم، فوزیہ، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، اسلام آباد: یورپا کادمی، ۲۰۱۰ء
۳۔ پروین، رخسانہ، آصف فرخی کی کہانی جہان معنی، لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۹ء
۴۔ حسین، احتشام، پروفیسر، اعتبارِ نظر، لکھنؤ: کتاب پبلشرز، ۱۹۶۵ء
۵۔ ریحانہ، نگہت، اردو مختصر افسانہ: فنی و تکنیکی مطالعہ (۱۹۴۷ء کے بعد)، دہلی: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۶ء
۶۔ شیریں، ممتاز، معیار: تکنیک کا تنوع (ناول اور افسانہ میں)، لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۶۳ء
۷۔ عظیم، وقار، پروفیسر، داستان سے افسانے تک، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء
۸۔ مسعود، رضا، اردو افسانے کا ارتقا، فیصل آباد: مثال پبلشر، ۲۰۰۶ء

رسائل و جرائد

۱۔ ساقی، شمارہ ۲، سالنامہ، دہلی، ۱۹۳۸ء
۲۔ نقوش، لاہور، افسانہ نمبر ۵۳، ۱۹۵۵ء
۳۔ ____، ۱۹۵۶ء

Bibliography:

1. Ahmed, Anwaar, *Urdu Afsana: Ek Sadi ka Qissa*, Multan: Kitab Nagar, 2007
2. Aslam, Fauzia, *Urdu Afsaney mein Usloob aur Teknik kay Tajarbaat*,

Islamabad: Poorab Academy, 2010
3. Parveen, Rukhsana, *Asif Farrukhi ki Kahani Jahan-e-Ma'ani*, Lahore: Beacon Books, 2019
4. Hussain, Ehtisham, Prof. E'ebar-e-Nazar, Lucknow: Kitab Publishers, 1965
5. Rehana, Nighat, Urdu Mukhtasar Afsana: Fanni-o-Tekniki Mutal'a (1947 kay B'ad), Delhi: Educational Book House, 2006
6. Shireen, Mumtaz, Ma'yar: Technic ka Tanawwo (Novel aur Afsaney mein), Lahore: Naya Idara, 1963
7. Azim, Waqar, Prof. Dastan se Afsaney Tak, Lahore: Al-Waqar Publications, 2002
8. Mas'ud, Raza, *Urdu Afsaney ka Irteqa*, Faisalabad: Misaal Publishers, 2006

Magazines

1. *Saqi*, Delhi, Issue No. 2, Annual issue, 1938
2. *Nuqush*, Lahore, Afsana Number, 1953, 55
3. ____, ____, 1956